

تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفوس کے چند حکیمانہ واقعات

مولانا عبدالرؤف رحمانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تزکیہ نفس کا چھٹا شان دار واقعہ:..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب کو بھی سادگی پسند، قناعت گزار اور سادہ مزاج بنا دیا تھا، آپ ہر چند خلیفہ غانی تھے، مگر عیش و عشرت اور تنعم کا ان کے پاس گزر نہیں تھا، خلیفہ وقت ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ترقی و سر بلندی کے سوا ان کے دل میں کوئی جذبہ نہیں تھا۔

بیت المقدس کے سفر کا واقعہ ہے کہ جب بیت المقدس کے پادری نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلانے کی خواہش ظاہر کی تو آپ کو صحابہ کرام کے مشورے سے بیت المقدس کا سفر کرنا پڑا اور ایک ہی اونٹ پر ایک طرف آپ سوار تھے اور دوسری طرف ستو، کھجور، آنا اور زیتون وغیرہ سامان سفر رکھا، سفر میں آپ کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا، کچھ متعین منزل تک آپ سوار ہوتے، غلام نکیل پکڑ کر چلتا، پھر کچھ دور آپ نکیل پکڑ کر چلتے اور غلام سوار ہو کر چلتا، یہ ایک بڑی منزل کے لئے شاہی سفر تھا، لیکن آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ دوسری اونٹنی غلام کی سواری کے لئے نہیں لی گئی، جب بیت المقدس کے قریب ہوئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے کچھ سپاہیوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور افسروں سے مشورہ کر کے آپ کو ایک نیا قیمتی جوڑا پہننے کے لئے اور ایک بہترین گھوڑا سواری کے لئے پیش کیا، لوگوں کے مشورے کے مطابق آپ نے کپڑا پہن لیا اور ایک دو منٹ کے لئے گھوڑے کی سواری کر لی، پھر اس کے بعد فرمایا: ”یہ گھوڑا بہت شوخیان کر رہا ہے اور اس کپڑے سے مجھے تکبر کی بو آتی ہے، لہذا میں اپنے ہی کپڑے پہن کر چلوں گا“، چنانچہ آپ سواری سے اتر کر آئے اور اپنا وہ پرانا کپڑا پہنا جس میں بد روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۱۴، ۱۳ھ پہنڈ لگے تھے اور ہر پہنڈ کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف تھا، کسی ٹکڑے کا رنگ سیاہ، کسی کا سرخ اور کسی کا سبز تھا، اس حالت میں آپ بیت المقدس تشریف لے گئے، جب پوپ کے قریب پہنچے تو سواری کی باری فتح غلام کی آئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غلام نے بہت ضد اور اصرار کیا کہ اب آپ بیت المقدس میں داخل ہو رہے

ہیں، لوگوں کی نظریں آپ پر لگی ہیں، آپ سوار ہو جائیں، نکیل میں پکڑ کر چلوں گا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ راضی نہیں ہوئے، فرمایا: باری تمہاری ہے، تم سوار ہو، میں نکیل پکڑوں گا، اس عالم میں جب پادری کے پاس پہنچے تو وہ پہچان نہ سکا، اسلامی افواج نے بڑے زور سے غلغلہ بلند کیا اور پکارا کہ قد جاء امیر المومنین! امیر المومنین آپہنچے، پادری نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا کہ امیر المومنین کون ہے؟ جو سوار ہے وہ، یا جو نکیل پکڑے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جو نکیل پکڑے ہیں، وہی امیر المومنین ہیں اور جو سوار ہے، وہ غلام ہے، یہ سنتے ہی اس پادری کے ہوش جاتے رہے اور بے ہوش ہو گیا، لوگ اس کو پانی کے چھیننے وغیرہ ڈال کر ہوش میں لائے تو اس نے کہا کہ ”ہماری کتابوں میں جو حلیہ لکھا ہے، یہ اس کے عین مطابق ہے، لہذا ہم اس شخص کو بیت المقدس کی کنجی دے رہے ہیں، یہی فاتح بیت المقدس ہے۔“ (۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس واقعے میں کس قدر قناعت و سادگی ہے کہ انہوں نے اپنے اس اہم سفر میں نہ جاہ و شکم کا خیال کیا، نہ فوج و سپاہ کا کوئی دستہ لیا، نہ غلاموں اور ملازموں کی کوئی قطار رکھی، نہ قیمتی کپڑوں کا استعمال کیا، نہ کوئی عمدہ سواری تلاش کی، کوئی کدو فرمایا، کوئی شاہی ٹھاٹ باٹ نہیں، دل و دماغ کو زبرد قناعت سے آسودہ رکھا اور کسی طرح کی حرص و طمع کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی، یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کا کمال تھا۔

حسن تربیت کا سا تو اس واقعہ..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور بھی نادر واقعہ سننے کے قابل ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں رات کو گشت کیا کرتے تھے، تاکہ اہل مدینہ کے حالات اور رعایا کے خیالات سے براہ راست واقف ہو سکیں، آپ کو ایک مکان سے بچوں کے رونے کی آواز سنائی دی، بظہر گئے اور بچوں کی ماں سے ان کے رونے کا سبب دریافت کیا کہ وہ بچے کیوں رورہے ہیں؟ گھر کی بوڑھی ماں نے جواب دیا، تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ تم اپنی راہ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر آگے بڑھ گئے، پھر جب واپس ہوئے تو دیکھا کہ بچے ابھی تک رو رہے ہیں، آپ سے رہانہ گیا، سوال کیا کہ یہ بچے ابھی تک رو رہے ہیں اور روتے چلے جا رہے ہیں، آخر سبب کیا ہے؟ تو عورت نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ قبل از وقت میں ان بچوں کا دودھ چھڑا رہی ہوں، کیوں کہ دودھ چھوڑنے کے بعد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچوں کو وظیفہ دیتے ہیں، ایام رضاعت میں نہیں دیتے، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسلم رضی اللہ عنہ واپس آئے اور سیدھے بیت المال میں گئے وہاں سے کچھ آٹا، کھجور اور زیتون کا تیل وغیرہ لے کر سب کو ایک گھڑی میں بانٹ دیا اور اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کو میری گردن پر رکھ دو، غلام نے کہا: ”نہیں حضور، میں حاضر ہوں، آپ کیوں اپنی گردن پر رکھ کر لے چلیں گے، میری گردن پر رکھ دیجئے، میں خود لے کر چلوں گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلطی میں نے کی ہے اور میری وجہ سے بچے رورہے ہیں اور قبل از وقت ان کا دودھ چھڑایا جا رہا ہے، اس لئے گناہوں کا یہ بوجھ میں لے جاؤں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس مکان تک پہنچے تو سامان اندر رکھا اور آگ جلانے کی کوشش کی، تاکہ کوئی چیز پکا کر بچوں کو کھلا دیں، آپ نے جب آگ جلانا شروع کیا تو اس کا دھواں آپ کی داڑھی

کے بچے سے نکل رہا تھا، ان کا غلام اسلم رضی اللہ عنہ جو اس واقعے کا عینی شاہد ہے، خود اس کی روایت ہے: رَأَيْتُ الدَّخَانَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِ لَحِيَّتِهِ ”یعنی میں نے خود ان کی داڑھی سے دھوئیں کو نکلتے ہوئے دیکھا۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنے چہروں پر مشروع و مسنون داڑھیاں رکھتے تھے، آج کل کی طرح فرنیچ کٹ داڑھی کا جو نہیں تھا، آپ نے آٹا، زیتون اور کھجور گھونٹ گھانٹ کر حلوہ بنا کر ان بچوں کو کھلایا، جب بچے کھاپی کر آسودہ ہو گئے تو کھیلنے اور ہنسنے لگے، پھر آپ جب وہاں سے رخصت ہوئے لگے تو اس عورت نے اپنا یہ تاثر ظاہر کیا کہ امیر المؤمنین تم کو ہونا چاہئے تھا، ہر ایک کی خبر گیری اور داری کر سکتے ہو، نہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کو۔

یہ واقعہ سیرۃ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دل بڑا پاکیزہ اور صاف تھا اور وہ اپنی رعایا کے بڑے ہی خیر خواہ تھے، آپ بہت ہی متواضع تھے، آپ کے دل میں کبر و نخوت اور غرور کا ذرا بھی شائبہ نہیں تھا کہ بیت المال سے غلے کی گٹھڑی خود گردن پر لا کر لے گئے اور اپنے غلام اسلم رضی اللہ عنہ کے کندھے پر گٹھڑی لدوانا منظور نہ کیا۔

یہ ان خاک ساران جہاں کا شیوہ و طیرہ تھا، جو زمین شریفین، مصر و شام اور اراض حجاز کے مالک و والی تھے، آج کے امرا و الیاء ریاست کے طنطنے و شوکت جو عام ہیں، ان کا اس زمانے کے مسند آرائے خلافت سے کوئی موازنہ مقابلہ نہیں۔

چہ نسبت خاک را عالم پاک

حکیمانہ تربیت کا آٹھواں واقعہ:..... ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں شب گشتی کر رہے تھے کہ رعایا کے حالات و معاملات کا علم حاصل کر سکیں، یکا یک آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو مستانہ وار نشے میں مخمور لڑکھڑاتا گرتا پڑتا چلا آ رہا ہے، آپ نے سمجھ لیا کہ یہ شراب پی کر آ رہا ہے، آپ درہ لے کر اس کی طرف بڑھے تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑھتے قدم رک گئے اور آپ نے اس کو درہ سے مارنے کی سزا دینے کا خیال ترک کر دیا تو لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے شرابی کو درہ کیوں نہیں مارا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ درہ رضائے الہی کے تحت اسلام کے حق میں مارنا چاہتا تھا، لیکن جب اس نے گالیاں دینی شروع کیں تو میرے نفس کا غصہ بھی اس میں شریک ہو گیا، اب اگر ایسی صورت میں اس کو سزا دیتا تو اپنے نفس کے لئے دیتا جو رضائے الہی کے لئے نہ ہوتی، اس بناء پر میں نے اس کی سزا کا خیال ترک کر دیا۔ (۸)

اس واقعے کی روشنی میں معلوم کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی کیسی حکیمانہ تعلیم و تربیت فرمائی تھی کہ کبھی ان کے نفس کو دھوکا نہیں ہوا اور کبھی غلط راستے پر ان کا قدم نہیں بڑھا، برابر نفس پر کنٹرول رہا، تزکیہ نفس کا یہ کتنا شاندار واقعہ ہے، وہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست فیض یافتہ و تربیت یافتہ تھے، وہ کبھی نفس کے غصے کے دباؤ میں نہیں آئے۔ ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ضمیری کا ایک واقعہ:..... حافظ ابن کثیر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ ضمیری کا واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سب سے بڑے جاہ و عزت والے تھے، آپ کے پاس بڑی جائیدادیں، کوٹھیاں، باغات اور خدام و ملازمین تھے۔

ایک دفعہ کسی غلام کے متعلق کچھ لوگوں نے شکایت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام سے ماجرا پوچھا اور اس کی باتوں پر اعتماد نہ کر کے اس کو سزا دی، یعنی اس کی گوشمالی کر دی اور کہا کہ تو نے ایسا کام کیوں کیا ہے؟ وہ بار بار کہتا رہا کہ حضور میں اس معاملے میں بے قصور ہوں، آپ پھر سے معاملے کی تحقیق کر لیں تو آپ مجھ کو بے قصور پائیں گے، جب غلام چلا گیا تو آپ نے اس کے معاملات پر از سر نو غور کیا تو واقعی غلام کو بے قصور پایا، آپ نے اپنے غلام کو آواز دی اور پکار کر کہا کہ تم جلدی آ جاؤ، واقعی تم بے قصور ہو، جب غلام آ گیا تو فرمایا کہ میں نے معاملے پر از سر نو غور کیا تو تم کو بے قصور پایا اور جو سزا دی ہے، وہ بھی غلط ہے، بل کہ میں قصور وار ہوں، تم مجھ سے بدلہ لے لو، یہ میرا کان حاضر ہے، تم بھی اسے اچھی طرح مروڑو، تاکہ بدلہ پورا ہو جائے اور آخرت میں میری گرفت نہ ہو، غلام نے کہا کہ آپ مجھ سے بہتر ہیں، بھلا میں کس طرح ایسی جرات کر سکتا ہوں، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم یہاں بدلہ نہیں لو گے تو مجھ کو آخرت میں بدلہ دینا پڑے گا، یہ کہہ کر آپ نے غلام کو پکڑا اور اپنے کان کے قریب اس کا ہاتھ بلے جا کر فرمایا کہ اسے ایشہ دو اور اچھی طرح مروڑ دو، جب غلام نے قہقہہ علم میں مروڑنا شروع کر دیا تو فرمایا: جبنا قصاصا فی الدنیا لا قصاص فی الآخرة اے عثمان! تجھے مبارک ہو، تم نے دنیا ہی میں بدلہ لے لیا، آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا، آپ نے غلام سے مزید فرمایا: اشد علی کما شدتک ”یعنی جس سختی سے میں نے تمہارے کان کو اینٹھا ہے، اسی سختی سے تم بھی میرے کان کو اینٹھو، میں قیامت کے دن سے ڈرتا ہوں۔“

اس واقعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم و تربیت کا اور آپ کے شان دار تزکیہ نفس و تطہیر قلب کا پتہ چلتا ہے، اس کا کتنا اچھا اثر اور پائیدار نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے دولت مند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی پاک ضمیری کی وجہ سے معمولی غلطی سے کانپ جایا کرتے تھے اور ان قدسی صفات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں آخرت کا احساس اور خدا کا خوف ہر وقت متحضر رہتا تھا، جس سے وہ کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تزکیہ نفس و تطہیر قلب کا ایک شان دار واقعہ:..... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر رہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم و تربیت سے اپنے قلب اور ضمیر کو خوب روشن کیا، حالانکہ اہل عرب اپنے ابتدائی زمانے میں وحشت و جہالت اور بربریت کی زندگی گزار رہے تھے، ہر طرح کی بدی میں مبتلا تھے، حالی مرحوم نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدمہ قہیلے جھگڑ بیٹھتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے جن پاک نفوس کی زندگیوں میں انقلاب آیا اور جن کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی تریکے سے مڑی و جلی ہوئے، ان میں اعلیٰ صفات کے مالک ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے دل میں رضائے الہی کی تڑپ تھی اور اس کے لئے پورا اخلاص و جذبہ تھا، چنانچہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ میں ایک دشمن کو زیر کیا، اس کو زمین پر گرا کر اس کا سر کاٹنا چاہتے تھے کہ اس کا سر لے کر کوئی تدبیر نہ پا کر اپنا غصہ اور نفرت ظاہر کرنے کے لئے اپنے تمام باغی اور قہوک کو منہ میں جمع کیا اور آپ کے منہ پر تھوک دیا، ایسے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چاہئے تھا کہ اس کی سزا میں سختی کرتے اور اس کو بری طرح قتل کرتے، لیکن آپ نے ایسا نہ کیا، بل کہ اس کے سینے پر سے اتر گئے اور اس مشرک کو آزاد کر دیا، مشرک بہت متعجب ہوا اور پوچھا کہ میں آپ کے قبضے میں تھا، آپ مجھ کو قتل کرنا چاہتے تھے، آپ کے اوپر تھوک کر غصہ بھی دلایا تھا تو ایسا موقع پا کر مجھ کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پہلے میں تجھ کو اللہ کی رضا کے لئے قتل کرنا چاہتا تھا، لیکن جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو اس میں میرے نفس کا غصہ بھی شریک ہو گیا، ایسی صورت میں اگر میں تجھ کو قتل کرتا تو یہ اللہ کی رضا کے لئے نہ ہوتا، بل کہ اپنے نفس کے لئے ہوتا۔

اس مشرک نے آپ کے پاکیزہ جذبات اور نیک نیتی کی قدر کی اور بڑا اچھا اثر لیا اور کہا کہ جس دین میں تمام کام رضائے الہی کے لئے ہوتے ہیں اور جس میں اپنے نفس کی شرکت ذرا بھی نہیں ہوتی ہے وہ بہت ہی پاکیزہ مذہب ہے، دلوں پر اس کی حکمرانی ہے، نفسانیت و انانیت سے پاک صاف ایسا مذہب قابل تسلیم ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ مشرک نے اس حقیقت کو سمجھ کر اسلام قبول کر لیا۔ (۹)

اب دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعے میں یہ بات وضاحت سے ثابت ہو گئی کہ ان کی پاکیزہ باطنی اور نیک نیتی نے کبھی یہ گوارہ نہ کیا کہ اس مشرک کو جس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا تھا، انتقاماً قتل کر ڈالئے، آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور خدا کے لئے معاف کر دیا، آپ کے اس اعلیٰ اخلاق کا اس کے دل پر بہت اچھا اثر ہوا اور وہ حلقہ بہ گوش اسلام ہوا، یہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس ہی کا کرشمہ تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کا ایک بھترین واقعہ:..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو توحید و رسالت کی دعوت دی تو کچھ پاک باطن اور پاکیزہ نفوس ایسے تھے، جنہوں نے آپ کی دعوت کو توحید و رسالت کو قبول کیا اور آپ کے ساتھ جان و مال سے اپنی فدایت کا ثبوت دیا، پھر آپ کی تربیت و تزکیہ کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ حوادثِ زمانہ و گردشِ ایام سے کبھی مضطرب اور کم زور نہ پڑے، اگرچہ کافروں اور مشرکین مکہ نے ایسے مسلمان ضعیف و ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، انہیں ہر طرح سے امتلا و آزمائش میں ڈالا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی تعلیم و تربیت کا جو پختہ رنگ ان پر چڑھ چکا تھا، وہ ہمیشہ قائم رہا اور کبھی پھیکا نہ پڑا، ظلم و زیادتی کے ماحول میں بھی ان کی استقامت میں کوئی کم زوری و خشکی نہیں آئی، بل کہ ہر وہ طرح سے ثابت قدم رہے۔

چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ان کے ایمان لانے اور حلقہ بہ گوش اسلام ہونے کے سبب ان کے آقا امیہ بن خلف نے ان کو طرح طرح کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، ان کو اوباشوں کے سپرد کرنا، جو ان کو گھسیٹ کر ریگ زاروں میں لے جاتے اور چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تنگی پیچھے کے بل تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے اور اوپر سے ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ جنبش نہ کر سکیں اور ان کا آقا امیہ بن خلف آکر کہتا: لا تنزال ہکذا حتی تکفر بمحمد وتؤمن باللات والعزى ”یعنی تم اس طرح کے عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے جب تک کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کا انکار نہ کرو گے اور ہمارے بتوں، لات و عزی پر ایمان نہیں لاؤ گے، لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عقیدت و محبت کا اتنا گہرا اثر تھا کہ اس سخت مصیبت کے عالم میں بھی اپنی زبان سے یہ صدا بلند کرتے تھے، اللہ احده، اللہ احد ”یعنی اللہ کی وحدانیت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دم بھرتے تھے۔“ اور بزبان شاعر یہ اعلان کرتے تھے:

یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

علامہ اقبالؒ نے ان کی اس استقامت کا حال اپنے دو شعروں میں اس طرح پیش کیا ہے:

وہ آستان نہ چھوٹا تجھ سے ایک دم کے لئے کسی کے شوق میں تولے مڑے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں
اس روشن دتاب ناک واقعے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص دعوت توحید میں کتنا گہرا رنگ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا کتنا زور و دارا اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہر مشکل، ہر پریشانی کو آسانی سے جھیل لیتے تھے، اس میں لذت و سرور محسوس کرتے تھے اور کسی حالت میں بھی پایہ ثبات میں لغزش نہیں آنے دیتے تھے، مشرکین کہہ کی یہ سزا ایک طرف رہتی تھیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفس کا گہرا اثر دوسری طرف رہتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید و تزکیہ نفس کا پلہ تمام جو رستم اور حرص و ہوس پر غالب رہا، جنتی نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

عذل العواذل حول قلبی التاء وہوی الأحبة منه فی سودائه
اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاک نفوس کے نقش قدم پر چلائے اور ہمارے قلب کو بھی اسلام کی سچی تعلیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عقیدت سے ہمیشہ سرشار رکھے۔